Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:6 (1965)

یتیم پوتے کی وراثت

— ۳ —

عمر احمد عثمانی

" الاقرب فالاقرب "

(یتیم پوتے کی وراثت سے محرومی دو بنیادی اصولوں پر مبنی سمجھی جاتی ہے - ایک تو یہ کہ پوتا " اولاد " کے حقیقی معنوں میں داخل نہیں - اس مسئلہ سے ہم "اولاد کے مفہوم و معنی " کے عنوان کے تحت اس مقالہ کی دو گذشتہ قسطوں میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں - دوسرا اصول " حجب حرمان " کا الاقرب فالاقرب کا کلیہ ہے - اس تیسری اور آخری قسط میں ہم یہ دیکھیں گے کہ یہ کلیہ کہاں تک قرآن و حدیث کے مقتضیات اور مبادیات فقہ سے ہم آہنگ ہے)

الاقرب فالاقرب کے اصول کو سمجھنے کے لئے تمہیدی طور پر یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے حجب کے لئے دو اصول مقرر کئے ہیں -

۱- اگر کوئی شخص مورث کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے واسطہ سے رشتہ رکھتا ہو تو وہ اس وقت تک میراث سے حصہ نہیں پا سکتا جب تک وہ درمیانی واسطہ موجود ہے -

۲- حجب حرمان کا دوسرا اصول الاقرب فالاقرب کا ہے - یعنی قریب کا رشتہ دار دور کے رشتہ دار کو وراثت سے محروم کر دیتا ہے -

سراجی کے اصل الفاظ یہ ہیں -

وهذا (اي حجب الحرمان) مبنى على اصلين - احدهما هو أن كل من يدلى الى الميت بشخص ، سوى اولاد الام فانهم يرثون معها لا نعدام استحقاقها جميع التركة ، لا يرث مع وجود ذلك الشخص - والثانى الاقرب فالاقرب -

سراجی ' ص ۱۷
مطبعہ مجیدی کانپوری

'' یہ اصول، یعنی حجب حرمان ' دو بنیادوں پر مبنی ہے - پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے آدمی کے واسطہ سے میت کے ساتھ قرابت رکھتا ہو ' وہ اس واسطہ کی موجودگی میں میت کا وارث نہیں ہو سکتا - بجز ماں کی اولاد کے - کیوں کہ وہ ماں کے ساتھ بھی وارث ہو جاتی ہے - کیوں کہ ماں ' پورے ترکہ کی مستحق بننے کی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتی اور دوسری بنیاد '' الاقرب فالاقرب '' کا قاعدہ ہے'' -

پہلے اصول کی بنا پر یتیم پوتے کو اپنے دادا کی میراث سے محروم نہیں کیا جا سکتا مثلاً زید کے ایک صلبی بیٹا موجود ہے اور ایک پوتا موجود ہے - پوتا اپنے دادا کے ساتھ اپنے باپ کے واسطہ سے رشتہ رکھتا ہے - لہذا جب تک پوتے کا باپ زندہ ہے وہ اپنے دادا کے ترکہ سے حصہ نہیں پا سکتا - لیکن اگر پوتا یتیم ہو تو درمیانی واسطہ باقی نہیں رہتا اور وہ اپنے دادا کا ترکہ حاصل کر سکتا ہے -

دوسرے اصول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم کی اس آیت سے مستنبط ہے -

للرجال نصيب مما ترك الوالدان و الاقربون و للنساء نصيب مما ترك الوالدان و الاقربون مما قل منه أو كثر نصيباً مفروضاً .

(النساء : ۷)

’’ مردوں کو حصہ ملے گا اس ترکہ میں سے جو والدین اور اقربا (قریب ترین رشتہ دار) چھوڑ جائیں اور عورتوں کو حصہ ملے گا اس ترکہ میں سے جو والدین اور اقربا چھوڑ جائیں - خواہ ترکہ تھوڑا ہو یا بہت ہو - سب کا ایک حصہ مقرر ہے ‘‘ ۔

اس آیت کریمہ میں یہ دونوں باتیں خصوصیت کے ساتھ انتہائی غور طلب ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں وہ انداز بیان کیوں اختیار نہیں فرمایا جو ہمارے فقہائے کرام نے اس آیت سے نکالا ہے کہ — ’’قریب ترین رشتہ دار مردوں اور عورتوں کو اس ترکہ میں سے حصہ ملے گا جو ان کے والدین اور دوسرے رشتہ دار چھوڑ جائیں — ‘‘ بلکہ اس کے برعکس یہ انداز بیان کیوں اختیار فرمایا ہے کہ — ’’ مردوں اور عورتوں کو اس ترکہ میں سے حصہ ملے گا جو ان کے والدین اور قریب ترین رشتہ دار چھوڑ جائیں —‘‘ ؟ نیز یہ بات کچھ کم غور طلب نہیں ہے کہ قرآن کریم نے ’’ الاقربون ‘‘ کی موجودگی میں ، جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے تمام قریب ترین رشتہ داروں کو شامل ہے - جس میں ظاہر ہے کہ والدین بدرجہ اولیٰ داخل ہیں ، ’’ الوالدان ‘‘ کی جداگانہ صراحت کو کیوں ضروری سمجھا ہے - صرف ’’الاقربون‘‘ کے لفظ پر ہی اکتفاء کیوں نہیں فرمایا ؟

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علمائے کرام کو ان دونوں نکتوں پر کما حقہ غور فرمانا چاہئے - کیا عجب ہے کہ ان نکات کو حل کر لیا جائے تو وراثت کی اور بہت سی گتھیاں بھی حل ہو سکیں -

بر سبیل تنزل اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس قانون کا استنباط قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے صحیح ہے ، تب بھی یہ سوال بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ کیا اس قانون کی حیثیت قطعاً ایک کلیہ کی ہے ؟ یا اس قانون کا مفہوم وہی کچھ ہے جو اس کے ظاہر الفاظ سے متبادر ہوتا ہے؟ - کیونکہ مسائل میراث کے عمیق مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ہمارے فقہائے کرام نے یہ قانون تو مستنبط فرما لیا ہے لیکن اس کے نفاذ میں انہوں نے کسی باقاعدگی کو مدنظر نہیں رکھا - بلکہ جہاں ان کا جی چاہا اس قانون کو نافذ

فرما دیا اور جہاں ان کاجی چاہا اس قانون کو نظر انداز فرما دیا - اس کی تفاصیل ہم آگے بیان کریں گے - لہذا ہمیں یہ بات تسلیم کرنی چاہئے کہ یا تو ہمارے فقہاء کرام کے نزدیک اس قانون کی حیثیت ایک کلیہ کی حیثیت نہیں ہے اور یا یہ کہ یہ قانون اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے - بلکہ اس کا مفہوم کچھ اور ہے - (۳)

آئیے سب سے پہلے ہم اس بات پر غور کریں کہ " الاقرب فالاقرب " کے اس قانون کا صحیح مفہوم کیا ہے - کیا یہ قانون اپنے بالکل ظاہری معنوں میں مراد ہے - یعنی یہ کہ ہر قریبی رشتہ دار مطلقاً ہر دور کے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے ؟ یا اس کا کچھ اور مطلب ہے ؟ جہاں تک ہم نے اس پر غور کیا ہے ، ہمارا خیال یہی ہے کہ ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک بھی اس کا یہ ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے کہ ہر قریبی رشتہ دار مطلقاً ہر دور کے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے - ورنہ وراثت کے بہت سے مسلمہ اور اجماعی فیصلے اس کی زد میں آ جاتے ہیں - مثلاً اس مثال کو سامنے رکھئے -

زید

دادا   بیٹا

۱   ۵

اس مثال میں متوفی زید کے دو رشتہ دار ہیں - ایک تو بیٹا ہے جو زید کا قریب ترین رشتہ دار ہے - دوسرا اس کا دادا ہے جو زید کا دور کا رشتہ دار ہے - کیونکہ بیٹا بلا واسطہ رشتہ دار ہے اور دادا بالواسطہ رشتہ دار ہے - مگر قریب نے بعید کو محروم نہیں کیا -

اس کے بعد ایک دوسری مثال پر بھی غور فرمائیے -

زید

باپ   بیٹا   پڑنانی

(۳) الاقرب فالاقرب کی یہ بحث اور اس کی مثالیں مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری مرحوم کے رسالہ " محجوب الارث " سے مستفاد ہیں -

اس مثال میں متوفی زید کے تین وارث ہیں - ایک باپ ہے - دوسرا بیٹا ہے - یہ دونوں قریبی رشتہ دار ہیں - کیوں کہ متوفی زید کے ساتھ ان کی رشتہ داری بلا واسطہ ہے - لیکن یہ دونوں مل کر بھی پڑ نانی کو جو نہایت ہی دور کی رشتہ دار ہے کیونکہ متوفی اور پڑ نانی کے درمیان دو واسطے پڑتے ہیں - ایک ماں کا اور دوسرا نانی کا مگر نہ بیٹا اس کو محروم کر سکا اور نہ باپ ، اور نہ دونوں مل کر -

اس کے بعد ایک اور مثال کو بھی سامنے رکھیے جس میں کسی اصول کو ملحوظ نہیں رکھا گیا -

زینب

شوہر	ماں	دو بھائی اخیافی	دو بھائی حقیقی	دو بھائی علاتی
۳	۱	۲	محروم	محروم

یہ مثال بہت ہی عجیب و غریب ہے بلکہ ہمارے قانون میراث کا شاہکار ہے - آپ غور فرمائیے کہ حجب حرمان کے پہلے بنیادی اصول کا تقاضا یہ تھا کہ دونوں اخیافی بھائی جو زینب کے ساتھ ماں کے واسطہ سے رشتہ رکھتے تھے ، خود ماں کی موجودگی میں محروم ہو جاتے کیوں کہ پہلے اصول کے مطابق بالواسطہ رشتہ دار واسطہ کی موجودگی میں محروم ہو جانے چاہییں - لیکن وہ محروم نہیں ہوئے - پھر حجب حرمان کے دوسرے بنیادی اصول کے مطابق کہ قریب کا رشتہ‌دار دور کے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے دونوں اخیافی بھائی اسی طرح دونوں علاتی بھائی محروم ہونے چاہئیں تھے کیونکہ یہ چاروں بھائی ، دو حقیقی بھائیوں کے مقابلہ میں بہر حال دور کے رشتہ دار ہیں - مگر یہ عجیب تماشا ہے کہ قریبی رشتہ دار یعنی حقیقی بھائی تو محروم ہو گئے اور اخیافی بھائی ایک تہائی میراث لے گئے تماشا پر تماشا یہ ہے کہ دونوں اخیافی بھائیوں کے ساتھ زینب کی ماں مشترک تھی - ماں کا وہ اشتراک دونوں حقیقی بھائیوں کے ساتھ بھی موجود ہے - اس اشتراک کے ساتھ ہی مزید برآں باپ کا اشتراک بھی موجود ہے - مگر دونوں حقیقی بھائیوں کو محروم کرتے ہوئے اس بات کا بھی کسی کو خیال نہیں آیا کہ ان کی ماں بھی تو وہی ہے جو اخیافی بھائیوں کی ماں تھی -

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسی صورت میں حقیقی بھائیوں کو محروم نہیں کرتے تھے جیسا کہ امام مزنی رحہ نے اپنی کتاب المختصر میں بیان فرمایا ہے - لیکن اس کے باوجود ہمارے فقہاء کو اس پر اصرار ہے کہ حقیقی بھائیوں کو محروم کیا جائے -

اس کے بعد ایک اور مثال لیجئے - مندرجہ ذیل صورت ہمارے فقہاء کے ہاں مسئلہ تشبیب کے نام سے مشہور ہے -

زید

دو بیٹیاں	دو پوتیاں	پڑ پوتی	سکڑ پوتی	سکڑ پوتا
۱۲	۲	۱	۱	۲

اس مثال میں دونوں بیٹیاں ظاہر ہے کہ متوفی سے اقرب ہیں کیونکہ وہ بلا واسطہ متوفی سے قرابت رکھتی ہیں - ان کے ہوتے ہوئے دونوں پوتیوں ، پڑ پوتی ، سکڑ پوتی ، اور سکڑپوتے کو جو کئی واسطوں سے متوفی کی رشتہ دار ہوتے ہیں، محروم ہو جانا چاہئے تھا- لیکن وہ بالکل محروم نہیں ہوئے بلکہ اس کے برخلاف ان سب کو ایک دوسرے کا بھائی بہن قرار دے لیا گیا ہے نہ بیٹیاں پوتیوں کو محروم کرتی ہیں جو بیٹیوں کے مقابلہ میں دور کی رشتہ دار ہیں اور نہ پوتیاں پڑپوتیوں کو محروم کرتی ہیں جو ان سے نیچے کی رشتہ دار ہیں اور نہ پڑ پوتیاں سکڑ پوتی اور سکڑ پوتے کو محروم کرتی ہیں جو ان سے بھی نیچے کے رشتہ دار ہیں -

مذکورہ بالا چاروں مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ الاقرب فالاقرب کا وہ اصول اپنے ظاہری معنی میں مراد نہیں لیا جا سکتا کہ مطلقاً درجہ کے لحاظ سے جو رشتہ دار قریب تر ہو وہ دور کے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہو - کیونکہ اسی صورت میں وہ تمام اعتراضات وارد ہوتے ہیں جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں اور ہر شخص یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ ان چاروں مثالوں میں اس اصول پر کیوں عمل نہیں کیا گیا -

ان اعتراضات کے جواب میں ہمارے فقہاء یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ الاقرب فالاقرب کا اصول عصبات میں نافذ ہوتا ہے - ذوی الفروض میں نہیں ہوتا - مگر یہ جواب صحیح نہیں ہے - اول تو یہ بات خود محل نظر ہے کہ یہ اصول صرف عصبات ہی میں نافذ مانا جائے کیوں کہ جس آیت کریمہ سے اسے مستنبط مانا جاتا ہے اس میں عصبات کی کوئی قید نہیں ہے لہذا ذوی الفروض کو اس قانون سے مستثنیٰ کرنے کے لئے کوئی دلیل ہونی چاہئے - پھر اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ذوی الفروض اس سے مستثنیٰ ہیں - تب بھی اعتراضات ختم نہیں ہوجاتے - جدات (دادیاں اور نانیاں) متفقہ طور پر ذوی الفروض میں سے ہیں - مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں بھی قریب جدات بعید جدات کو محروم کر دیتی ہیں - چنانچہ سراجی میں ہے -

و القربی من أی جهة کانت تحجب البعدی من ای جهة کانت -

قریبی جدہ کسی طرف سے بھی ہی ہر جدہ بعیدہ کو خواہ وہ کسی طرف سے بھی کیوں نہ ہو محجوب کر دیتی ہے -

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹیاں پوتیوں کو اور حقیقی بہنیں جب وہ ذوی الفروض ہوتی ہیں تو علاتی بہنوں کو محروم کر دیتی ہیں - لہذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ ذوی الفروض میں نہیں چلتا - صرف عصبات ہی میں چلتا ہے -

جب اس قسم کے اعتراضات پیش کئے جاتے ہیں تو ہمارے فقہاء مجبور ہو کر یہ راہ اختیار فرماتے ہیں کہ ہاں یہ قاعدہ ذوی الفروض میں بھی نافذ تو ہوتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ نافذ ہوتا ہے کہ جن رشتہ داروں میں وراثت کا سبب متحد ہو ' وہاں قریبی رشتہ دار ' دور کے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے - مطلب یہ کہ ماں - نانی - پڑ نانی - دادی - پڑ دادی - ان سب کی وراثت کا سبب چونکہ اموت یعنی ماں ہونا ہے اور یہ سبب ان

سب میں متحد ہے اس لئے ان میں قریبی ماں، دور کی ماں کو محروم کر دیتی ہے ۔ اس طرح بیٹیوں اور پوتیوں میں بھی چونکہ سبب وراثت، یعنی بنتیت، (بیٹی ہونا) متحد ہے اس لئے ان میں بھی قریبی بیٹی دور کی بیٹی کو محروم کر دے گی ۔ علی ھذا حقیقی بہنوں اور علاتی بہنوں میں چونکہ سبب وراثت ۔ اختیت (بہن ہونا) ہوتا ہے جو سب میں متحد ہے اس لئے حقیقی بہنیں بوجہ قریب اور قوی ہونے کے علاتی بہنوں کو محروم کر دیں گی ۔

لیکن یہ جواب بھی نہایت کمزور ہے ۔ اول تو اتحاد سبب وراثت محض ایک خیالی توجیہ ہے جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اتحاد سبب وراثت خود ترکہ دلوانے میں مؤثر نہیں ہے تو ترکہ سے محروم کر دینے میں وہ کس طرح مؤثر ہو سکتا ہے ۔ ہم اس سے پہلے ایک مثال پیش کر چکے ہیں جس میں زینب متوفیہ کے ورثاء میں ایک شوہر، ایک ماں، دو اخیافی بھائی دو حقیقی بھائی اور دو علاتی بھائی تھے ۔ اخیافی بھائیوں، حقیقی بھائیوں اور علاتی بھائیوں میں سبب وراثت متحد تھا یعنی اخویت (بھائی ہونا) مگر ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے فقہاء کرام نے باوجود اس اتحاد سبب وراثت کے اخیافی بھائیوں کو ۲/۶ حصہ دلوایا تھا اور حقیقی اور علاتی بھائیوں کو محروم کر دیا تھا ۔ تو اگر اتحاد سبب وراثت ترکہ دلوانے میں مؤثر نہیں ہو سکتا تو وہ ترکہ سے محروم کر دینے میں کس اصول سے مؤثر بن سکتا ہے ۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اتحاد سبب وراثت کا حجب حرمان میں کوئی دخل تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ دخل صرف ذوی الفروض ہی میں کیوں ہے ۔ عصبات میں کیوں نہیں ہوتا ۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عصبات میں اتحاد سبب وراثت کے باوجود اس اصول پر قطعاً عمل نہیں کیا جاتا ۔

چوتھی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس اصول کو اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی بات نہیں بنتی ۔ ذرا ذیل کی مثالوں پر غور فرمائیے اور دیکھئیے کہ یہ قانون کس کس طرح ٹوٹتا ہے ۔

مثال نمبر (۱)

زید

بھتیجا	پوتی	بیٹی
۲	۱	۳

اس مثال میں بیٹی اور پوتی کا سبب وراثت (بنتیت یعنی بیٹی ہونا) متحد ہے اور دونوں کی دونوں ذوی الفروض میں سے بھی ہیں - لیکن اس کے باوجود بیٹی نے جو اقرب ہے پوتی کو جو دور کی رشتہ دار ہے محروم نہیں کیا ہے -

مثال نمبر (۲)

زید

بھتیجا	علاتی بہن	حقیقی بہن
۲	۱	۳

اس مثال میں حقیقی بہن اور علاتی بہن ، دونوں میں سبب وراثت (اختیت یعنی بہن ہونا) متحد ہے اور دونوں کی دونوں ذوی الفروض میں سے بھی ہیں - یہاں ضروری تھا کہ حقیقی بہن بوجہ اقرب اور اقوی ہونے کے علاتی بہن کو جو دور کی رشتہ دار بلکہ ضعیف رشتہ دار ہے وراثت سے محروم کر دیتی- لیکن اس نے علاتی بہن کو محروم نہیں کیا -

علاوہ ازیں ہم اس سے پہلے مسئلہ تشبیب میں دیکھ چکے ہیں کہ وہاں عصبات میں بھی باوجود اتحاد سبب وراثت کے قریب ترین رشتہ دار دور کے رشتہ دار کو محروم نہیں کرتا - حالانکہ عصبات میں ہمارے فقہاء کرام نے الاقرب فالاقرب کا قانون مطلقاً بغیر کسی قید کے نافذ تسلیم کیا ہے - ہم مسئلہ تشبیب میں دیکھ چکے ہیں کہ وہاں پوتی - پڑ پوتی - سکڑ پوتی ، سب کی وراثت کا سبب متحد ہے بلکہ وہ سب کی سب سکڑ ہونے کی وجہ سے عصبہ

بنا لی گئی ہیں اس لئے ان کے عصبہ ہونے کا سبب بھی اتفاق سے بالکل ہی متحد ہے ۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہاں قریب تر رشتہ داروں نے دور کے رشتہ داروں کو محروم نہیں کیا ہے ۔ بلکہ سب کو ایک ہی درجہ میں رکھ کر یکساں حصے دلوا دئیے گئے ہیں ۔

حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ جب عصبات اور ذوی الفروض کسی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو ہمارے فقہائے کرام کہیں تو اس قانون کو نافذ کر دیتے ہیں اور کہیں نظر انداز کر جاتے ہیں ۔ چنانچہ بیٹے کے ساتھ جو عصبات میں سے ہے ' پوتی محروم ہو جاتی ہے جو ذوی الفروض میں سے ہے ۔ لیکن باپ کے ساتھ جو عصبات میں سے ہے ' نانی محروم نہیں ہوتی جو خود ذوی الفروض میں سے ہے ۔

اس سے واضح ہے کہ " الاقرب فالاقرب " کا قانون اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے مراد نہیں لیا جا سکتا کہ مطلقاً درجہ کے لحاظ سے ہر قریبی رشتہ دار ، دور کے ہر رشتہ دار کو محروم کر دے ۔ کیونکہ اس طرح یہ قانون کسی تاویل سے بھی درست نہیں بیٹھتا بلکہ خود فقہاء کے مسلمات ہی سے جگہ جگہ ٹوٹ جاتا ہے ۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس قاعدہ کا وہ مطلب تو نہیں ہے جو ہمارے فقہاء نے لے لیا ہے کیونکہ اس طرح وہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا ۔ اگر اس قانون کو صحیح ماننا ہے تو ہمیں اس کا ایسا مطلب لینا ہوگا جس سے یہ قانون ہر جگہ فٹ بیٹھ جائے ۔ اس لئے لازماً اس قانون کا یہی اور صرف یہی مطلب لینا ہوگا کہ

> " اقرب " وہ رشتہ دار ہے جو بلا واسطہ میت سے رشتہ رکھتا ہو، یا بالواسطہ رشتہ رکھتا ہو لیکن مورث کی وفات کے وقت وہ واسطہ باقی نہ رہا ہو ۔ "

یعنی جس طرح مورث کے مرنے کے وقت اگر اس کا باپ زندہ موجود نہ ہو تو مورث کے دادا کو بجائے باپ کے رکھا جاتا ہے ۔ کیوں کہ مورث اور اس کے دادا کا درمیانی واسطہ ' یعنی باپ، موجود نہیں رہا، جس کی وجہ سے دادا محجوب ہو جاتا تھا ۔ لہذا اس واسطہ کے اٹھ جانے کی وجہ سے دادا خود اپنے پوتے کا

اقرب ہوجاتا ہےاور اب کوئی دوسرا قریب ترین رشتہ دار ، چاہے وہ مورث کا صلبی بیٹا ہی کیوں نہ ہو ، دادا کو محجوب اور محروم نہیں کرسکتا ۔ بعینہ اسی طرح اگر مورث کی وفات کے وقت مورث کا کوئی بیٹا موجود نہ ہو بلکہ اس کا پوتا موجود ہو تو اسے اپنے باپ کی جگہ پر رکھا جائیگا اور اسے وہی حصہ مل جائیگا جو اس کے باپ کو ملتا ۔ کیوں کہ بیٹے کی عدم موجودگی کی وجہ سے اب وہ درمیانی واسطہ باقی نہیں رہا جو دادا اور پوتے کے درمیان حائل تھا ۔ دادا کا دوسرا بیٹا اس یتیم پوتے کو محجوب نہیں کرسکتا ۔ کیوں کہ پوتا اپنے دادا کے ساتھ اس دوسرے بیٹے (یعنی اپنے چچا) کے واسطہ سے رشتہ دار نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا کا رشتہ دار ہے۔ اور چونکہ اس کا باپ موجود نہیں ہے اسلئے درمیانی واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے اب وہ خود اپنے دادا کا اقرب ہوگیا ہے ۔

بڑی ہی عجیب بات ہے کہ دادا کے سلسلہ میں ہمارے فقہائے کرام نے اقربیت کا وہی مفہوم اختیار فرمایا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے لیکن پوتے کے معاملہ میں یہ مفہوم قطعاً نظر انداز ہوگیا ہے ۔

اقربیت کا اگر یہی مفہوم لیا جائے جو ہم نے بیان کیا ہے تو '' الاقرب فالاقرب'' یہ قانون حجب حرمان کے دوسرے بنیادی اصول سے بھی مطابق ہوجاتا ہے جس میں بتایا گیا تھا کہ— '' جو شخص میت سے کسی شخص کے واسطہ سے قرابت رکھتا ہو تو وہ اس واسطہ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا'' یعنی اگر درمیانی واسطہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں وہ وارث ہو سکیگا اور '' الاقرب فالاقرب'' کے اس مفہوم کا حاصل بھی جو ہم نے بیان کیا بعینہ یہی کچھ ہے-

بات یہ ہے کہ وراثت کا سارا دارومدار دراصل قائم مقامی کے اصول پر ہے - جس یتیم بچہ کا باپ مرگیا ہے وہ وراثت میں اپنے باپ کا قائم مقام ہوجاتا ہے - اور جس بچہ کا باپ زندہ ہے وہ اپنے باپ کے زندہ ہونیکی وجہ سے وراثت سے محروم ہوجاتا ہے - کیوں کہ دادا اور پوتے کے درمیان باپ کا واسطہ موجود ہے جو اسے محجوب کردیتا ہے - ہمارے فقہائے کرام نے نہ معلوم کیوں اس بنیادی اصول — یعنی قائم مقامی — کو ملحوظ نہیں رکھا جسکی وجہ سے

وہ اتنی بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے اور انھوں نے یتیم پوتوں کو محجوب و محروم قرار دے دیا ۔

بہرحال آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ ''الاقرب فالاقرب'' کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے اس مفہوم کے اعتبار سے یہ قانون جو درحقیقت تقسیم وراثت کا ایک بنیادی قانون بلکہ اصل الاصول ہے ہر جگہ ٹھیک بیٹھ جاتا ہے اور کہیں بھی نہیں ٹوٹتا ۔

یہانتک ہم نے ان دونوں بنیادی اصولوں پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جو ہمارے علمائے کرام کی طرف سے یتیم پوتوں کو اپنے دادا کی میراث سے محروم کرنے کے سلسلہ میں پیش کئے جاتے ہیں اور ہم نے پورے شرح و بسط کے ساتھ یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ان دونوں اصولوں کے ماتحت یتیم پوتوں کو ان کے دادا کی میراث سے محروم کر دینا صحیح نہیں ہے بلکہ خود ہمارے علمائے کرام کے اپنے مسلمات کے بھی خلاف ہے ۔ ان دونوں اصولوں کے علاوہ اور کوئی دلیل آج تک ہمارے علمائے کرام کی طرف سے پیش نہیں کی گئی جس سے یتیم پوتوں کی وراثت سے محرومی ثابت ہوتی ہو ۔ لہذا ہم نہایت دیانت داری کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یتیم پوتوں کی اپنے دادا کی وراثت سے محرومی کسی صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے ۔ لہذا ہمیں اپنی فقہ کی اس فروگذاشت کو تسلیم کر کے ان مظلوموں کے ساتھ انصاف برتنے میں کسی قسم کی علمی عصبیت کو رکاوٹ نہیں بننے دینا چاہئے ۔ اور ہمیں کھلے دل کے ساتھ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ یتیم پوتے اپنے دادا کی میراث سے حصہ پانے کے ہر اعتبار سے مستحق ہیں ۔ (انتھی)